اطاعت رسولؐ کا شوق

مولانا عبدالمالک

حضرت عبداللہؓ بن رافع مخزومی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ بیان کیا کرتی تھیں کہ ایک دن وہ ایک خاتون سے اپنے بالوں میں کنگھی کرا رہی تھیں کہ منبر پر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دی: "ایھا الناس" اے لوگو! یہ آواز سنتے ہی انھوں نے کنگھی کرنے والی سے کہا: میرا سر لپیٹ دو۔ اس نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! آپؐ تو لوگوں کو پکار رہے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ اس پر میں نے کہا کہ ہائے تیری ہلاکت! کیا ہم 'لوگ' نہیں ہیں؟ چنانچہ اس نے سر لپیٹ دیا۔ پھر حضرت ام سلمہؓ اپنے حجرے میں کھڑے ہو کر آپؐ کا خطاب سننے لگیں۔ آپؐ فرما رہے تھے: لوگو! میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ اس دوران تم لوگوں کو مختلف جماعتوں کی شکل میں لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ تم حوض کوثر کے قریب پہنچ جاؤ گے تو پھر لوگوں کے راستے مختلف ہو جائیں گے۔ کچھ لوگ حوض کوثر کے بجائے دوزخ کے راستے پر مڑ جائیں گے تو میں تمھیں آواز دوں گا: لوگو! سنو! اس راستے کی طرف آؤ! اس کے جواب میں مجھے پیچھے سے آواز آئے گی کہ انھوں نے آپؐ کے بعد راستہ تبدیل کر دیا تھا۔ تو پھر میں کہوں گا: اچھا تو پھر دفع ہو جاؤ' دفع ہو جاؤ (الفتح الربانی' ج ۱' ص ۱۹۷' ترتیب مسند احمد)۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے' اس کی مثال حضرت ام سلمہؓ کے رویے سے ملتی ہے۔ آج رسالوں میں' کتابوں میں' ٹیلی ویژن' ریڈیو پر' دفتروں اور بازاروں میں لگے ہوئے طغروں اور کیلنڈروں میں' نمازوں کے بعد درس حدیث میں غرض جگہ جگہ ہر طرف اللہ کے رسولؐ کے فرمودات ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔ انھیں توجہ سے سننا اور پڑھنا اور حتی الامکان ان پر اپنی زندگی میں عمل کرنا ہمارا مستقل رویہ ہونا چاہیے۔ حضرت ام سلمہؓ کا رویہ دیکھیے' سب کام چھوڑ کر' محبت و وارفتگی کے ساتھ متوجہ ہو گئیں۔ یہ عشق' یہ شوق اتباع' تقاضاے ایمان ہے۔

● کس کی تمنا نہیں کہ حوض کوثر پر آپؐ کے دست مبارک سے جام نصیب ہو! رسولؐ اللہ اپنی امت کے گروہوں کا ہی ذکر کر رہے ہیں کہ حوض کوثر کی طرف روانہ ہوں گے۔ رسولؐ اللہ ان کے منتظر ہوں

گے لیکن وہ راستہ بدل لیں گے۔ وہ وہاں نہیں پہنچیں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مطابق حوض کوثر، کتاب و سنت کی اخروی شکل ہے۔ مسلمان کہلانے کے باوجود کتاب و سنت کے راستے پر نہ چلنے والے، حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔

○

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن اپنے شیطانوں کو لاغر کرتا رہتا ہے۔ جس طرح تم میں سے ایک آدمی اپنے اونٹ کو سفر کے دوران لاغر کرتا ہے (الفتح الربانی، ج ۱، ص ۱۰۹، ترتیب مسند احمد)۔

● جب اونٹ پر زیادہ سے زیادہ سوار ہو کر لمبا سفر کیا جائے تو وہ لاغر ہوتا ہے۔ شیطانوں کو کمزور کرنے کا بھی یہی راستہ ہے کہ آدمی اس کو اپنی سواری بنائے، اس کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اسے اپنے ماتحت کرے۔ شیطان جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، ان کا کام یہ نہیں کہ وہ مومن پر سوار ہوں بلکہ مومن کی شان یہ ہے کہ ان پر سوار ہو، وہ محکوم ہوں اور مومن ان پر حاکم ہو۔ روز ازل سے انسان اور شیطان میں یہی نزاع ہے۔ انبیا علیہم السلام کا یہی مشن ہے کہ شیطان اور شیطانی قوتوں اور نظاموں کو زیر کیا جائے اور مومن کا بھی یہی کام ہے۔

○

حضرت وھبؓ بن جابر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے ایک آزاد کردہ غلام نے کہا: میں اس ماہ (رمضان المبارک میں) یہاں بیت المقدس میں قیام کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے پوچھا: اپنے گھر والوں کے لیے اس ماہ کا خرچہ چھوڑا ہے؟ کہا: نہیں۔ آپؓ نے فرمایا: تب اپنے گھر واپس جاؤ اور ان کے لیے خرچے کا انتظام کر کے آؤ۔ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آدمی کے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کی خوراک اس کے ذمے ہے (الفتح الربانی، ج ۱۷، ص ۵۷، ترتیب مسند احمد)۔

● گھر والوں کے لیے روز مرہ ضروریات کا انتظام بظاہر ایک "دنیوی" کام ہے۔ (ایک عام ذہن کے مطابق) بھلا اس کا رمضان المبارک میں بیت اللہ، مسجد نبویؐ یا بیت المقدس میں مہینے بھر کے اعتکاف سے کیا مقابلہ! لیکن دیکھیے، ایک صحابیؓ، رسول اکرمؐ کے فرمان کی روشنی میں کیا تعلیم دیتے ہیں۔ دین کا حقیقی فہم یہی جاننا اور اس پر عمل کرنا ہے کہ کسی حکم کا کیا مقام ہے۔ نفل کو فرض سے زیادہ اہم جاننا، دین کا صحیح تصور نہیں ہے۔

○

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ہمارے گھر میں ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ آپؐ نے ایک شخص کو پراگندہ بال دیکھا تو فرمایا کیا اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس کے ذریعے یہ اپنے بالوں کو سنوار تا۔ ایک دوسرے آدمی کو دیکھا کہ اس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، تو اس کے بارے میں فرمایا کیا اسے ایسی چیز نہیں ملی جس کے ساتھ کپڑوں کو دھو ڈالتا (الفتح الربانی، ج ۱۷، ص ۲۳۴، ترتیب مسند احمد)۔

● اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے احکام کی تعمیل سے حاصل ہوتی ہے۔ اس نے میلا کچیلا رہنے اور بالوں کو پراگندہ رکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ صاف ستھرا رہنے، بالوں کو کنگھی کر کے اور بنا سنوار کر رکھنے کی ہدایت دی ہے۔ صاف ستھرا، منظم گھر، اجلے کپڑے، کنگھی کیے ہوئے بال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی سنت اور اسلامی تہذیب و ثقافت ہے۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا دائرہ کتنا وسیع ہے! اور ہمارے لیے کتنے وسیع امکانات ہیں کہ ہم فطرت سلیم کے تقاضوں کے تحت صاف ستھرا رہنے پر بھی اجر و ثواب سمیٹیں کہ یہ بھی دینی کام ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے (افسوس کہ زمانہ نبوتؐ کے بعد کے اَدوار میں، میلا کچیلا اور پراگندہ رہنے کو بزرگی اور آخرت کی راہ سمجھ لیا گیا)۔

○

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سفید لباس پہنے دیکھا تو پوچھا، عمرؓ! آپ کا لباس نیا ہے یا دھویا ہوا ہے؟ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت عمرؓ نے کیا جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کا جواب سن کر دعا دیتے ہیں۔ فرمایا: اِلْبَسْ جَدِیْداً وَعِشْ حَمِیْداً وَمِتْ شَهِیْداً، تم نیا لباس پہنتے رہو، زندگی قابل تعریف ہو، تمھیں موت آئے تو اس حال میں کہ شہید ہو۔ اور میرا گمان ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر دے (الفتح الربانی، ج ۱۷، ص ۲۳۵، ترتیب مسند احمد)۔

● اپنے ساتھیوں کو نیا لباس پہنے دیکھ کر، یا کوئی اور خوشی حاصل ہو تو، دل میں ان کے لیے اچھے جذبات لانا، خوش ہونا، اس کا اظہار بھی کرنا، ان کے لیے دعا کرنا خود رسولؐ اللہ کا طریقہ تھا۔ یہ موقعے زندگی میں ہر ایک کو بار بار ملتے ہیں، انھیں ضائع نہ کریں، تو اس کے خوشگوار اثرات باہمی تعلقات کی گرم جوشی اور روز مرہ زندگی کی برکتوں میں سامنے آئیں گے (حضرت عمرؓ کی زندگی کو دیکھیں کہ آپؐ کی سب دعائیں قبول ہو گئیں)۔

○

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک اللہ تعالیٰ برگزیدہ لوگوں کو نہ اٹھا لے۔ اس کے بعد گھٹیا لوگ رہ جائیں گے۔ نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں سمجھیں گے (الفتح الربانی، ج ۲۴، ص ۴۵، ترتیب مسند احمد)۔

● اصل ذلت اور گھٹیا پن یہ ہے کہ انسان نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہ سمجھے۔ نیکی کیا ہے؟ اور برائی کیا ہے؟ اس فلسفیانہ سوال کا ایک مختصر جواب یہ ہے کہ اپنے دل سے پوچھو۔ دل سے صحیح جواب اسی صورت میں ملے گا کہ انسان کی اقدار درست ہوں۔ اقدار بگڑتی ہیں، تو خیر و شر کی تمیز اٹھ جاتی ہے، فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیے اور مسلسل کوشش بھی، کہ معاشرے میں، نیکی کا چلن رہے، بھلائی اور برائی کی تمیز سب کو ہو۔ معاشرے میں نیک اور برگزیدہ لوگ ہوں اور حقیقی عزت بھی انھیں حاصل ہو۔

○

حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھے شام کا حکمران بنا کر بھیجا تو فرمایا، یزید! تم برادری والے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم برادری کے لوگوں کو اپنے ماتحت امارت کے مناصب پر فائز کرنے میں ترجیح دو۔ مجھے تمھارے بارے میں بڑا خطرہ اسی چیز کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسے مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا گیا ہو اور وہ ان پر کسی کو عطیہ اور بخشش کے طور پر امیر بنا دے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ یا یوں فرمایا کہ اس سے اللہ عزوجل بری الذمہ ہو گیا--- (الفتح الربانی، ج ۲۳، ص ۵، ترتیب مسند احمد)۔

● کوئی بھی عہدہ اور منصب کسی کو محض اس بنیاد پر دینا کہ وہ قرابت دار ہے، جائز نہیں ہے۔ ایسے آدمی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت آئی ہے اور لعنت گناہ کبیرہ پر آیا کرتی ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو جو عہدے اور منصب کا اہل نہ ہو، میرٹ پر پورا نہ اترتا ہو، عہدہ اور منصب دینا حدیث کی رو سے گناہ کبیرہ ہے۔

● شریعت میں عہدے اور منصب کا اہل وہ شخص ہوتا ہے جو نیک اور صالح ہو اور جس کام کے لیے اسے عہدہ دیا جائے، اس کو کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہو۔ اب تو یہ وقت آگیا ہے کہ قرابت داری تو رہی ایک طرف، رقم لے کر بڑے بڑے عہدے دیے جاتے ہیں۔ ایسے میں معاشرہ فساد سے بھر نہ جائے تو کیا ہو۔

● اسلامی معاشرے میں عدل کا قیام ہماری امنگ اور آرزو ہے۔ مناصب پر تقرر اہلیت و صلاحیت کی بنیاد پر ہو تو اس سے خیر رونما ہوتا ہے، عدل عام ہوتا ہے۔ ہم کو اس کے لیے جدوجہد کرنا چاہیے اور اب بھی جہاں جتنا اختیار ہے، اس اصول کو اختیار کرنا چاہیے۔

(تدوین و ترتیب: مسلم سجاد)